ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مؤرخہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں!

لال دین اخگرؔ بی، اے۔ بی، ٹی۔ ہائی سکول بھاییکے

اے شہیدِ درسِ قرآنِ مبیں   ڈھونڈتی ہیں تجھ کو آنکھیں ہر کہیں
آج ہے تیرا مکاں خلدِ بریں   ہائے تجھ سا مہرباں ملتا نہیں
تیری صورت یاد آتی ہے ہمیں
تیری فرقت خوں رُلاتی ہے ہمیں

سب کی آنکھیں تیرے غم میں اشکبار   سب کے دل تیری جدائی میں فگار
تو نہیں تو کس طرح آئے قرار   جس کو دیکھیں پھر رہا ہے سوگوار
آہ وزاری میں اثر کوئی نہیں
اس شبِ غم کی سحر کوئی نہیں

تیری مرقد مطلعِ انوار ہے   تیری تربت مرجعِ اخیار ہے
تیری منزل منزلِ احرار ہے   تیری خلوت مخزنِ اسرار ہے
وارثِ پیغمبراں تھی تیری ذات
اللہ اللہ بندۂ مولیٰ صفات

اے امامِ اتقیائے ایں زماں   اے امیرِ لشکرِ روحانیاں
قلبِ تو شرعِ مبیں را رازداں   جانِ تو با قدسیاں است ہم زباں
ہم نشینِ انبیاء قدسی نہاد
منزلت در جنتِ فردوس باد

ذوقِ قرآں تیری اُلفت کا ثمر   علم وعرفاں تیری صحبت کا ثمر
اے خوشا، تیری زیارت کا ثمر   مل گیا دنیا میں جنت کا ثمر
تیری سیرت عارفوں میں لاجواب
تیری ہستی رہنمائے شیخ وشاب

اے کہ سب یُمن وسعادت تجھ سے تھی   اے کہ سب حسن مروت تجھ سے تھی
لاکھ انسانوں میں اُلفت تجھ سے تھی   سب کے ایماں میں حرارت تجھ سے تھی
ہم یتیموں سے بھی ابتر حال ہیں
ہائے ہم پامال ہیں، پامال ہیں

حرّیت تھی تیری فطرت کا خمیر   مردِ حق، درویش رُو، روشن ضمیر
پدرِ مشفق، نرم خو، مثلِ حریر   سر تا پا شفقت، محبّت کا سفیر
بایزیدِ عصرِ حاضر بالیقیں
قطبِ دوراں، ہادیٔ روشن ضمیر

درسِ قرآں رحمتِ حق کا نشاں   چہرہ تاباں اور الہامی زباں
رُوحِ قرآں اور ترا حسنِ بیاں   سُن رہے ہیں شوق سے کرّوبیاں
آج یزدانی نوا خاموش ہے
آج نورانی فضا مدہوش ہے

الوداع اے سیدِ والا گہر   رو رہے ہیں گو تجھے دیوار و در
متفق ہیں اس پہ سارے ہمعصر   مدنیؒ و شاہ جیؒ تھے تیرے ہمسفر
اس لئے رضواں سے دعوت آگئی
اپنے حق میں اِک قیامت آگئی!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہفت روزہ خُدّامُ الدّین لاہور

جلد ۷ | ۱۶ ر شوال المکرم سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ ر مارچ سنہ ۱۹۶۲ء | شمارہ ۴۷

محکمہ تعلیم و محکمہ جیلخانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ :- گیارہ روپے	ششماہی :- چھ روپے
سہ ماہی :- تین روپے	فی پرچہ :- ۲۵ پیسے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے۔

قرابت داروں سے سلوک

اگر آپ اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر دیکھیں تو آپ کو بلا مبالغہ کوئی ایک خاندان بھی ایسا نہ ملیگا۔ جو افتراق و نزاعات کی لعنت سے بچا ہو اور جس میں باہم کبید گیاں پیدا نہ ہوں بعض جگہ نہیں اکثر جگہ تو یہ عالم ہے کہ باہم مقدمہ بازیاں قائم ہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا ہوا ہے اور بھائی بھائی کی آبرو کے درپے ہے۔

جھگڑے اور قوموں میں بھی ہوتے ہیں، مقدمے بھی چلتے ہیں مگر چونکہ اُن میں ابھی تک نرمی اور عقل موجود ہے اور وہ اپنے بڑے بوڑھوں اور باا ثر لوگوں کا کہنا بھی سن لیتے ہیں اس لئے باہم نزاع پیدا ہوتے ہی ان میں باہم مصالحت ہو جاتی ہے اور خاندانی جھگڑے طول نہیں پکڑنے پاتے۔ لیکن نہایت اندوہ کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے تنازعات غیر مختتم ہوتے ہیں۔ اوّل تو ان میں ایک دوسرے کا کہنا ہی کوئی نہیں مانتا اور کسی کی نہیں سنتا۔

- یہ عالم ہے کہ باہم مقدمہ بازیاں ہو رہی ہیں۔ ہزاروں، لاکھوں کے مقدمے چل رہے ہیں دونوں طرف سے شہادتیں گذر رہی ہیں، دونوں طرف کے آدمی جمع ہیں۔

غرض ان سب چیزوں نے مل کر مسلمانوں کی عافیت و عاقبت کے کاشانوں میں آگ لگا دی ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پکا خود غرض اور مطلبی دوست بن گیا ہے۔ چالاک، مکّار، عقلمند پکارے جانے لگے ہیں اور دیندار، متّقی، سادہ مزاج دقیانوسی اور بیوقوف شمار ہونے لگے ہیں۔ آزادی کی پکار ایسی شروع ہوئی ہے کہ ہر شخص ماں سے، باپ سے بھائی سے، بزرگ سے کیا مذہب اور خدا سے بھی آزاد ہونے لگا ہے۔ اپنی عقل کے سامنے کسی کی عقل کو کوئی شے ہی نہیں سمجھتا اور سارا نظام درہم برہم ہو کر اس انتہا کو پہنچ گیا ہے کہ "اَلۡاَقَارِبُ کَالۡعَقَارِبۡ" ضرب المثل بن گئی ہے

غور کیجئے کہ خدا تو جا بجا ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرماتے ہیں کہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ میرے اس رحمٰن اور رحیم کا ایک ہی مادہ ہے۔ جو شخص صلہ رحم کو ملحوظ رکھے گا وہ گویا میرے ساتھ تعلّقات قائم رکھے گا اور جو انہیں قطع کرے گا وہ مجھ سے منقطع ہو جائے گا۔ اور مسلمان اسے "عقارب" بنا کر اس سے بھاگتے ہیں۔ گمراہی کی یہ انتہا ہے کہ انسان خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لے۔ شریعت اسلامیہ نے کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں دیا جس میں تمدنی اور معاشرتی حقوق کو ملحوظ نہ رکھا ہو

تمدّن اور معاشرت کی بنا دفع مضرت اور جلب منفعت پر رکھی گئی ہے۔ ان ہر دو امور میں امداد و استمداد کا سلسلہ زیادہ مستحکم و استوار ہو گا۔ اسی قدر تمدّن اور معاشرتی توازن زیادہ مضبوط و مستحکم ہوں گے۔ ذوی القربیٰ کے حقوق کی نگہداشت پر اسی لئے بہت زور دیا گیا ہے اور اسی کا نام شرعی اصطلاح میں صلۂ رحمی ہے اللہ تعالےٰ کا حکم ہے :۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَا

مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور

کیا کیف کا عالم ہوتا تھا کیا لطف کی بارش ہوتی تھی
جب خطبہ و درس میں ہوتا تھا حق حق کی ہدایت فرمانا
کیا عشق کی گرماگرمی تھی کیا فیض کی عام ارزانی تھی
ہر وعظ میں شعلہ بیانی سے افسردہ دلوں کو گرمانا
ہر ایک پہ مستی سرشاری ہر ایک کے دل کی سیرابی
وُہ وجد میں ڈوبے لفظوں سے اک کیف کی بارش برسانا
اب نظریں ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور کان ترستے رہتے ہیں
وُہ شکل، نہ وُہ الفاظ، نہ وُہ اللہ کے گھر کا دیوانہ
وُہ فضل گیا، وُہ فیض گیا، وُہ بزم گئی، وُہ رنگ گیا
تاریخ وفات اس طرح کہو اب "مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا"
۱۳۸۱ھ

عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (سورہ نساء)

ترجمہ:۔ جس خدا کا واسطہ دے کر تم اپنے کتنے کام نکالتے ہو اس کا اور عزیز داری کا پاس ملحوظ رکھو کہ خدا تم پر نگران ہے۔

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

ترجمہ:۔ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے رہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى

ترجمہ:۔ اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ سمجھو اور والدین اور رشتہ داروں سے احسان کرتے رہو۔

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى۔

ترجمہ:۔ اور والدین اور رشتہ داروں سے احسان کرتے رہو۔ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ ...م نے فرمایا ہے کہ صلۂ رحمی نہ ...نے اور رشتے توڑنے والا بہشت ...ں نہ جائے گا۔ ایک اور موقعہ پر ...یا کہ بدلہ دینے والا ملنے والا نہیں ...۔ ملنے والا وہ ہے جسے اس قرابت دار چھوڑیں۔ مگر وہ برابر کے ساتھ سلوک اور احسان کئے جائے۔

غور کیجئے کتنی تاکید ہے۔ کتنا ... دیا جا رہا ہے کہ رشتہ داری ترک ...نے اور رشتہ داروں کو چھوڑنے والا ...خی ہے۔

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ حضور! ...تو رشتہ داروں سے ملنے اور سلوک کی تاکید فرماتے ہیں لیکن ایسے رشتہ دار نصیب ہوئے ہیں ...ں ان سے ملتا ہوں مگر وہ مجھے چھوڑتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ ...لوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی ہی کرتے ہیں میں اُن سے برابر درگذر کرتا رہتا ہوں لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ وہ خواہ مخواہ میرے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایئے میں ایسی صورت میں کیا کروں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تو ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ظاہر کر رہا ہے تو گویا ان پر خاک ڈالتا ہے اور جب تک تو اپنے اس عمل پر قائم ہے خدا خود تیرا نگہبان رہے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسے یہ منظور ہو کہ اس کی روزی میں برکت اور عمر بھی دراز ہو اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آتا رہے۔

ہم تو بدنصیب ہیں کہ ہم نے خاندانی نزاعات و انقطاع پیدا کر کے اپنی روزیوں کو تنگ اور اپنی عمروں کو کوتاہ کر لیا ہے۔ ورنہ صد ہزار وظائف سے بھی یہ عمل مؤثر ہے صحابہ کرام تابعین عظام اور تبع تابعین اور اس کے عملی اثرات کے زندہ مظاہر دیکھتے رہتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو اس کی وصیت کر جاتے تھے۔

چنانچہ خلیفہ عبدالملک نے مرتے

وقت اپنے بیٹوں کو یہی وصیت کی اور فرمایا تھا کہ صلہ رحمی کرتے رہنا، عزیزوں اور قرابتداروں کا خیال رکھنا کہ اس سے عمر بڑھتی ہے اور روزگار میں کشادگی اور دولت میں فراوانی ہوتی ہے۔ حضرت سعید بن عاصؓ کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتہ اپنے بھائی، بھتیجوں اور قرابتداروں کو اکٹھا کرکے ان کی دعوت کیا کرتے تھے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اپنے قرابتداروں کے ساتھ انتہائی فیاضی برتتے اور غریب لڑکیوں کی شادی بھی کرا دیتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کروڑوں روپیہ اپنے قرابتداروں کو دیتے رہے۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس خصوص میں ایک مینار ہدایت تھے۔ بعثت سے پیشتر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلۂ رحمی میں یگانہ شہرت حاصل کر چکے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تو مستقلاً اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اپنے چچا اور ان کی اولاد کو تو برابر دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ غار حرا کے واقعہ کے بعد جب آپ نے گھر آکر ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے سرگزشت بیان کی اور کہا۔ کہ میری حالت لمحہ بہ لمحہ نازک ہو رہی ہے۔ زیست کی توقع نہیں۔ تو حضرت ام المومنینؓ نے اس وقت بھی آپ کے جن خصائل پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا تھا ان میں اوّل درجہ پر صلۂ رحمی تھی۔ مکی زندگی میں آپ کے خلاف کتنا شور محشر بپا تھا معاندین میں سب سے بڑھ کر بنو امیہ اور ان میں بھی ممتاز ابوسفیان تھا جو آپ کے خون کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ مگر جب یہی ابوسفیان آپ کی خدمت میں آکر عرض کرتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتے نہیں کتنا سخت قحط پڑا ہوا ہے آسمان سے بوند نہیں برستی تمہاری قوم اور قرابتدار تباہ ہوئے جاتے ہیں۔ ایسے ظالم اور ستم کوش بھائی کی درخواست رد نہیں کرتے دعا کو ہاتھ اٹھاتے ہیں اور بارش ہوتی ہے۔

حضرت عباسؓ آپ کے چچا بدر میں آپ کے مقابلہ پر جاتے ہیں اور گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اتفاق سے بند سخت بندھ جاتے ہیں۔ مالدار اور پروردۂ نعمت ہیں، رئیس ہیں، مصیبت کبھی نہیں پڑی، کراہنے لگ جاتے ہیں۔ آپؐ کے گوش مبارک میں جو یہ آواز پہنچتی ہے تو بیقرار ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی رعایت سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے کہ سب کے سب رشتہ دار ہی تھے۔ نیند نہیں آئی کروٹوں پر کروٹیں بدلتے ہیں۔ اداشناس قرائن سے اندازہ کر لیتے ہیں۔ اٹھ کر بند ڈھیلے کر دیتے ہیں جب کہیں سکون ہوتا ہے۔

حضرت حمزہؓ اور عباسؓ کی امداد ان کی زندگی میں بڑھ چڑھ کر کرتے رہے ہیں۔ ان کی اولاد کی بھی نگہداشت پوری پوری کرتے رہے ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ، عقیل بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے جو سلوک آپ کا رہا۔ تاریخ و سیر کے اوراق اس کے شاہد ہیں۔

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کی بیوی کی درخواست پر انہیں فوراً امان دے دیتے ہیں اور جب وہ حاضر دربار ہوتے ہیں تو اس جوش سے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اور کھڑے ہو کر بڑھتے ہیں کہ ردائے مبارک دوش ہائے مقدس سے سرک جاتی ہے۔ زندگی بھر بنو ہاشم کی ہر قسم کی امداد کرتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ مال غنیمت سے حضرت عباسؓ کو اتنا دیتے ہیں کہ بوجھ سے چل نہیں سکتے۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ انسانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں کہ افضل الناس وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ قرابتداروں کا زیادہ خیال رکھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زیادہ کرے گویا فضیلت انسانی کی ایک بڑی علامت صلہ رحمی بھی ہے۔ اتنی بڑی کہ اس کا ذکر اوامر و نواہی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ ایک دفعہ صلہ رحمی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ۔ "جس عبادت کا ثواب جلدترین ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ صلہ رحم سے خاندان کے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی تعداد بڑھتی ہے۔"

اللہ اللہ! کتنی بڑی چیز ہے صلہ رحمی، جس سے عمر و دولت اور خاندان تینوں میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے اور خدائے قدوس کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔

یہ کتنی بڑی جسارت اور ارشادات نبوی و ربانی سے کتنی خوفناک بغاوت ہے کہ خدائے برتر و توانا جس امر کا حکم دے رہا ہے۔ مسلمان اس کے بالکل مغائر چل رہے ہیں وہ حکم دیتا ہے کہ مسلمان صلہ رحمی کریں اُن کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں جو مسلمان ان کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں اور بدسلوکی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ یہ تو گویا خدا سے ضد ہوئی کہ تو جو کہے گا ہم اس کے خلاف ہی کریں گے وہ کہتا ہے کہ یہ اچھی چیز ہے مسلمان کہتے ہیں کہ یہ بری چیز ہے وہ کہتا ہے کہ ان سے دوستی کر مسلمان کہتے ہیں کہ ہم ان سے دشمنی کریں گے وہ کہتا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچاؤ مسلمان کہتے ہیں کہ ہم انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ یہ خدا سے اعلان جنگ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا ان اعمال و حرکات کے ہوتے ہوئے مسلمان دنیا میں پنپ سکتے ہیں۔ وہ اور قومو کو دیکھ رہا ہے کہ گو وہ اعتق اس سے باغی ہیں مگر عملاً وہ ا کے احکام کی پابند ہیں۔ صلۂ رحم کرتی ہیں اور اتفاق سے رہتی ہ زکوٰۃ اور صدقات کی یہ حال ہے کہ ان میں خدا نے سب سے مقدم اقرباء کو رکھا ہے اور دیا ہے کہ جو دو اس میں پہ حق تمہارے رشتہ داروں کا ہے مسلمانوں کی یہ حالت ہے جیسے خدا سے انہیں کوئی ضد پی ہو گئی ہے اپنے ہی گوشت پوست اور اپنے ہی عزیز ہیں ان کی خوشحالی ان کی اپنی خوشح

باقی ص۱۱ پر

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۷ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

مخدومنا ومرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا حمید اللہ مدظلہٗ نے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا (نائب مدیر)

تقویٰ

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(سورۃ الحجرات پارہ ۲۶ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں۔ تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے

اللہ تعالےٰ نے اس آیت شریف میں انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ کہ انسانوں کے قبیلے اور خاندان بنا دئے ہیں۔ محض اس لئے کہ ایک دوسرے کی پہچان ہو سکے۔ کہ فلاں قبیلہ اور فلاں کا ہے۔ مثلاً شیخ برادری کا ہے۔ یہ پٹھان ہے۔ یہ پنجابی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرمایا ہے۔ کہ انسان فطری طور مدنی الطبع ہے۔ یعنی اس کی فطرت ہے۔ کہ مل جل کر زندگی بسر کرنے کے لئے خاندان اور قبیلے بنائے گئے

مجھے آج آیت کے دوسرے حصے کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالےٰ کے نزدیک برگزیدہ (مقبول) وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار (متقی) ہے۔

اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اعمال ظاہرہ اور ایک اعمال باطنہ۔ اعمال ظاہرہ مثلاً نماز پڑھنا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ حج کرنا۔ خیرات کرنا وغیرہ۔ اور اعمال باطنہ مثلاً اللہ تعالےٰ کی یاد دل میں کرنا جس کا سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو علم نہ ہو۔

ہمارے خاندان میں سب سے پہلے لطیفہ قلبی کا ذکر بتایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا ذکر دل سے کرنا۔ اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ کیفیت بدل جاتی ہے۔ نیک اعمال کرنے میں شوق پیدا ہوتا ہے جو حضرات اللہ تعالےٰ کی یاد دل میں کرتے ہیں۔ وہی اس کا فائدہ جان سکتے ہیں۔ کہ ان کی حالت پہلے سے بہت ہی بہتر ہو گئی ہے۔

جب تک اعمال میں قوت اور اخلاص پیدا نہ ہو۔ وہ مقبول نہیں ہوتے۔ اخلاص اور قوت اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی خوشی و ناراضگی کا خاص خیال رکھنا۔ انسان جائز کاموں میں بھی احتیاط کرے۔ کہ شاید اللہ تعالےٰ ناراض نہ ہو جائیں مثلاً مرد کو حق حاصل ہے کہ گھر میں بیوی سے کام لے۔ لیکن وہ اس لئے بیوی سے زیادہ کام نہیں لیتا۔ کہ شاید اللہ تعالےٰ اس قدر زیادہ کام لینے کی وجہ سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اسی طرح انسان نوکر پر زیادہ بوجھ ڈالنے اور اس سے زیادہ کام لینے سے ڈرتا ہے۔

ایک صحابیؓ مدینہ منورہ میں اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ تیرے اوپر بھی ایک حاکم ہے۔ زیادہ سختی نہ کر۔ کھانے پینے میں حلال طیب کی کوشش کرے۔ اگر یقین اور نیت کرے۔ کہ میں حلال ہی کماؤں گا اور کھاؤں گا۔ تو اللہ تعالےٰ حلال ہی عطا فرمائیں گے۔

پھر اس کے بعد حلال کمائی کو نیک کاموں میں صرف کرے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائے۔ غرض تقویٰ یہ ہے۔ کہ انسان زندگی کی تمام چیزوں میں اللہ تعالےٰ کی خوشی و ناراضگی کا خیال رکھے۔ اور اس کے مطابق عمل کرے

دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو متقی اور پرہیزگار بنائے۔ اپنا خوف اور اپنی محبت دل میں پیدا فرمائے آمین۔

اگر کثرت سے ذکر الٰہی کیا جائے تو دل میں اللہ تعالےٰ کا نور پیدا ہوتا ہے۔ پھر انسان گناہوں سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

اگر کسی سے کوئی بات ایک مرتبہ سنی جائے۔ تو وہ زیادہ دیر تک یاد نہیں رہتی۔ اگر بار بار سنی جائے تو یاد رہتی ہے۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔

بزرگان دین نے جو ذکر کے طریقے بتائے ہیں۔ اس سے دنیاوی کاموں میں بالکل حرج نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیاوی کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کثرت سے یاد کرنے والے دنیا کے کام بھی کرتے ہیں۔ اور دین کے کام بھی کرتے ہیں۔

ذکر الٰہی سے اعمال صالحہ میں برکت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر پہلے نماز باقاعدگی سے نہیں پڑھتے تھے۔ تو اب جماعت سے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے۔ پہلے اگر نماز رہ جانے سے افسوس نہیں ہوتا

(باقی صـ ۱۶ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۹ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۶۲ء

یہ خطبۂ جمعہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ ہے اس کا ابتدائی حصہ گذشتہ جمعہ جامع مسجد شیرانوالہ میں پڑھ کر سنایا گیا تھا جو گذشتہ اشاعت میں طبع ہو چکا ہے۔ بقیہ خطبہ اس جمعۃ المبارک کو پڑھا گیا تھا۔ جو شریک اشاعت کیا جاتا ہے۔ ۔احقر عبیداللہ انور۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

ظلم کے انجامِ بد سے بچو!

اس پر

قرآن مجید کے شواہد

تیسرا شاہد

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سورۃ الانعام رکوع ۵ پارہ ۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کے ہاں رسول بھیجے تھے۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا۔ تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر کیوں نہ ہوا۔ کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو عاجزی کرتے۔ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے انہیں وہ کام آراستہ کر کے دکھائے جو وہ کیا کرتے تھے پس جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں میں خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھیں ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ پس وہ اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے۔ پھر ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے

حاصل

اس تیسرے شاہد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کئی امتوں کے ہاں رسول بھیجے۔ (پھر انہوں نے رسول کے فرمان پر عمل کرنے سے انکار کیا) پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں سختی سے پکڑا تاکہ عاجزی کریں مگر انہوں نے عاجزی نہ کی اور شیطان نے انہیں وہی کام آراستہ کر کے دکھائے جو وہ کرتے تھے اور ہماری نصیحت کو بالکل بھول گئے پھر وہ اصلاح سے بالا طاق ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانوں پر ہر نعمت کے دروازے کھول دئے۔ جس طرح ناقابل شفا مریض پر سے طبیب پرہیز اٹھا دیتا ہے۔ اس کے بعد ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

(سورہ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۲)

ترجمہ:۔ سو ان جماعتوں میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوتے جو تم سے پہلے تھیں۔ جو ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے بچا لیا تھا۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی۔ وہ تو انہیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہے۔ جو ان کو دی گئی تھیں۔ اور وہ مجرم تھے۔ اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں۔ جو بستیوں کو زبردستی سے ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی

دین اور دنیا

(۲)

ارباب بصیرت کا طرزِ عمل

ماضی بعید کی داستان کہنہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ اہل فہم اور ارباب بصیرت کی ایک جماعت ہمیشہ رہی ہے۔ جس نے اپنے زمانہ کی ترقیات کا جائزہ لیتے ہوئے جب محسوس کیا کہ ترقیات کی اس چکاچوند میں طمانیت روح اور تسکین انسانیت کا کوئی سامان نہیں ہے تو انہوں نے ان ترقیات سے منہ موڑا۔ تمدن کو الوداع کہا۔ شہروں اور آبادیوں سے رخصت ہوئے۔ دریا کے کنارے، پہاڑ کی چوٹی یا گھنے جنگل کے کسی درخت کو اپنا مسکن بنایا اور کاروان حیات کے خیمے وہیں گاڑ دئے۔

اصحاب کہف کا قصہ آپ نے سنا ہوگا۔ قرآن حکیم نے اپنے معجزانہ انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دنیا کی کج روی اور ترقیات کی شورہ پشتی سے گھبرا کر انہوں نے طے کیا تھا۔ فَأْوُا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا ○

(سورہ کہف)

ترجمہ:۔ تو پھر غار میں چل کر پناہ لو۔ وہیں ہمارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ ہم پر پھیلائے گا۔ اور ہمارے اس معاملہ کے لئے سرو سامان مہیا کرے گا۔

جس طرح اصحاب کہف نے شہر کے بجائے پہاڑ کے غار کو اپنی دنیا بنایا۔ اسی طرح نہ جانے کتنے بندگان خدا گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں انہیں ترقیات افراتفری اور شورا شوری سے پریشان ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ لی اور وہیں اپنی دنیا آباد کر لی۔

ارباب بصیرت کا یہی طرزعمل تھا۔ جس نے اس نظریہ کو جنم دیا کہ دنیا۔ ضرۂ دین ہے۔ اور دین۔ دشمن دنیا۔

قرآن حکیم کی اصلاحی تعلیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی و ابی و امی) کی تشریف آوری کے وقت اور گمراہیوں کی طرح ایک بدعت یہ بھی پھیلی ہوئی تھی کہ تقویٰ، دینداری اور خداپرستی کے لئے ترک دنیا ضروری سمجھ لیا گیا تھا۔ جو "نفس مطمئنہ" اور "حیات طیبہ" کے متلاشی ہوتے وہ آبادیوں کو چھوڑ کر ویرانوں کی راہ لیتے یا کسی صومعہ یا کنیسہ میں زندگی کے ڈیرے ڈال دیتے۔ قرآن حکیم جس کا ممتاز وصف "هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ○" ہے۔

یعنی محض گمراہوں اور نادانوں کی رہنمائی کے لئے نہیں بلکہ ارباب تقویٰ اور اصحاب دیانت و امانت راہ روان راہ سلوک طریقت کی اعلیٰ رہنمائی، ان کی الجھنوں کو سلجھانا اور ان کے قدموں کو صراط مستقیم پر مضبوط سے مضبوط تر کر دینا بھی اس کا اہم اور مخصوص موضوع ہے۔

قرآن حکیم نے دوسری گمراہیوں کی طرح اس نظری اور فکری بدعت کا بھی خاتمہ کیا۔

اگر دنیا ایسی ناپاک چیز ہے کہ اس کو چھوڑے بغیر خدا تک رسائی نہیں ہو سکتی تو حضرت آدم علیہ السلام کو جب دنیا میں بھیجا گیا تھا ان کو خلعت خلافت سے کیوں نوازا گیا۔ وہ انسان جس کو احسن تقویم عطا ہوا ہے اس کی بود و باش کے لئے بساط زمین کیوں تجویز کی گئی۔

قرآن حکیم نے اعلان کیا رہبانیت صیرورت، ترک دنیا اور ابنائے جنس سے قطع تعلق منشائے خداوندی کے خلاف ہے۔ اس دنیا کے خالق اور پروردگار نے کبھی اس کی فرمائش نہیں کی۔ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔

"ترک دنیا انہوں نے خود ہی نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں کہا۔

بیشک دنیا میں خرابیاں ہیں۔ اس گلشن انسانیت میں گلوں کے ساتھ خار بھی اُگتے ہیں۔ بڑھنے اور

۴۴ چوتھا شاہد

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○

(سورہ نحل رکوع ۱۲ پارہ ۱۴)

ترجمہ:۔ اور جب ظالم عذاب دیکھیں گے۔ پھر نہ ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

نتیجہ

بالکل ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کی زندگی میں ظلم کیا ہوگا جب ان کے ظلم کے باعث ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا۔ اس عذاب الٰہی کو ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی۔

اللھم اعذنا منہ یا رب العالمین و یا ارحم الراحمین و یا مجیب المضطرین۔

پلتے ہیں اور بسا اوقات یہ خار گلوں پر چھا جاتے ہیں مگر مالی کا یہ کام نہیں کہ کانٹوں کے خوف سے گلشن کو چھوڑ دے۔ بہتر مالی وہ ہے جو کانٹوں کو کانٹوں کا حق دے اور پھولوں کو بڑھانے کی کوشش کرے۔

بے خوف و ہراس، بے اعتمادی اور بے اطمینانی آخر دنیا میں کیوں پیدا ہوتی ہے اور کیوں بڑھتی اور پھیلتی ہے۔ آیا تقاضائے ترقی ہے یا اس کے اسباب کچھ اور ہیں۔

ترقی انسان کی فطرت ہے جو انسان دست قدرت کا شاہکار ہے اس کی فطرت غلط نہیں ہو سکتی تو ترقیات کا راستہ روکنا قانون فطرت کے لئے قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

(سورہ اعراف)

بحر و بر اور فضاء آسمانی کی تمام کائنات انسان کے حوالہ کی گئی ہے

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورہ جاثیہ ع ۲)

یہ تسخیر اور حوالگی اس لئے تو نہیں ہو سکتی کہ ان قدرت کے خزانوں پر اژدہا بن کر بیٹھ جائے۔ نہ ان کے پوشیدہ راز معلوم کرے اور نہ ان کی مخفی طاقتوں کو اپنے کام میں لائے۔

ترقی اور ارتقاء غلط نہیں ہے

غلطیاں کہیں اور ہیں

بہرحال کائنات ارضی و سماوی کو کام میں لانا غلط نہیں ہے۔ غلطیاں کچھ اور ہیں جو شاہراہ ترقی پر چلنے والوں کے دامن تھام لیا کرتی ہیں۔ اور بسا اوقات گلے کا ہار بن جاتی ہیں۔

پس تعمیر و ترقی کا راستہ روکنا یا تعمیر و ترقی سے گھبرا کر پہاڑوں یا جنگلوں میں منہ چھپانا۔ اصلاح نہیں ہے۔ اصلاح یہ ہے کہ غلطیوں کو پہچانا جائے۔ ان کے اسباب معلوم کئے جائیں پھر دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ الگ کرکے۔ صالح کو تقویت پہنچائی جائے اور فاسد کو ختم کیا جائے یہی حقیقی تعمیر ہوگی۔

دین ایک مکمل ضابطہ

وہ کامل اور مکمل ضابطہ جو ترقیات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر حرارت غریزیہ اور بخار کی حرارت میں تمیز کر سکے۔ حیات اور زندگی کی گرم جوشی اور غلط کاریوں کی تپش اور حرارت میں فرق کرکے مزاج انسانی کو عوارض سے پاک کر سکے تاکہ وہ تنومند اور صحتیاب ہو کر اس طرح آگے بڑھے، کہ اطمینان و سکون ہم آہنگ ترقی پذیر ہوں اور تعمیر صحیح معنی میں تعمیر قرار پائے۔ جس سے اگر آنکھوں کو تازگی پہنچے تو دل کے رگ و ریشہ میں بھی مسرت کی لہریں دوڑ جاویں اس مکمل ضابطہ کا نام "دین" ہے

یہ غلطیاں کیا ہیں۔ دین ان کی کس طرح اصلاح کرکے تعمیر دنیا کو صحیح معنی میں تعمیر بناتا ہے۔ یہ ایک طویل باب ہے تمام غلطیاں اور ان کی اپنی اصلاحات کو بیان کرنے کے لئے دفتر درکار ہیں۔ مضمون کی تشنگی رفع کرنے کے لئے چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

غلطیاں اور ان کا علاج

انسان کی سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ دنیا کے ایک ایک ذرہ کی حقیقت دریافت کرنے کی تو کوشش کرتا ہے مگر خود اپنے آپ کو جاننے اور پہچاننے کی کوشش نہیں کرتا۔

قرآن حکیم یعنی "دین" کے دستور اساسی کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو پہچانے۔ اگر وہ اپنے آپ کو پہچان جائے گا تو وہ اپنے خالق کو بھی پہچان جائیگا جس کے وجود کے بیشمار شواہد خود اس کی ذات کے اندر موجود ہیں۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔

یہ معرفت خود ایک طاقت اور ایک جوہر ہے جس سے دل سکون پاتا ہے اور روح مطمئن ہوتی ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۔

(سورہ رعد ع ۴)

ترجمہ:۔ جو ایمان لائے اطمینان پاتے ہیں دل اُن کے اللہ کی یاد سے۔ دیکھو۔ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

یہ وہ جوہر پاک ہے جو اگر میسر آجائے تو خوف و ہراس تو درکنار قدرت کی غیبی صدائیں دل کے پردوں تک پہنچ کر ان کو بشارتیں دیتی ہیں کہ پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہے تمہارا مستقبل روشن ہے اور تمہیں وہ نصرت حاصل ہے کہ اس کے بعد اور کسی نصرت کی ضرورت نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔

نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۔

(سورہ حم سجدہ)

ترجمہ:۔ جنہوں نے کہا۔ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے (جم گئے) ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ ہے ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا میں اور آخرت میں۔ اور تمہارے لئے وہاں وہ سب کچھ ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہاں وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو۔ یہ مہمانی ہے غفور رحیم کی جانب سے۔

دوسری غلطی

انسان جس طرح خود اپنے پہچاننے میں کوتاہی کرتا ہے، اپنے رب اور خالق کو پہچاننے میں غفلت برتتا ہے۔ وہ کالے اور گورے میں تمیز کرتا ہے اور امیر غریب میں فرق کرتا ہے۔ کبھی نسلی امتیازات سے وہ روح انسانیت پر ضرب لگاتا ہے اور کبھی خود ساختہ مزعومات سے انسانیت کی سطح مساوی میں نشیب و فراز پیدا کر دیتا ہے۔

یہ دوسری غلطی ہے جو ہزاروں خوف اور سینکڑوں پریشانیوں کا سبب بنتی ہے۔ اور آبگینۂ انسانیت کو چکنا چور کر ڈالتی ہے۔ صرف دین ہی وہ معمار ہے جو اس عمارت کو سنبھالتا ہے اور ان غلط تصورات کو پامال کرتے ہوئے تنبیہہ کرتا ہے کہ ہر ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے کالا ہو یا گورا ہر ایک دوسرے کا مساوی ہے۔

مساوات ایک دینی درس

بین الاقوامی دنیا نے بیسویں صدی ں سبق لیا۔ اور مساوات اخوت کا رس دینا شروع کر دیا۔ لیکن یہ رس ایک دینی درس ہے اس کا درس و معلم وہ بن سکتا ہے۔ س نے دینی تربیت گاہ میں فرہنگ اصل کی ہو۔

مبادی مساوات

درس مساوات کی بسم اللہ یہ ے۔ اَنْ تُحِبَّ لِاَخِیْکَ مَا تُحِبُّ نَفْسِکَ (حدیث شریف)

ترجمہ:۔ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔

یہ نہ ہو تو دوسرا درجہ یہ ے۔ "ہر چہ بر خود نہ پسندی بدیگراں سند" اس کی عملی تفسیر یہ ہے۔ ں کی توہین نہ کرو۔ کوئی بھی اس کے حق میں حکم بد زبان ۔ نہ نکالو۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اس برائی مت کرو۔ کسی کی عیب جوئی کرو۔ جب برادریوں اور قوموں کا تذکرہ ہو تو کسی برادری یا قوم کا مذاق نہ اڑاؤ۔ تمہاری نظر اس کی خرابیوں پر ہے ممکن ہے اس میں بہت سی خوبیاں بھی ہوں جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ اور موازنہ کیا جائے تو خوبیاں خرابیوں سے زیادہ ہوں۔ بے اعتمادی کی اصل بنیاد بدگمانی ہے۔ تقاضائے مساوات یہ ہے کہ جس طرح اپنے ساتھ اچھے گمان رکھتے ہو۔ دوسروں سے بھی اچھے گمان رکھو بلکہ اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اپنے سے بدگمانی رکھو اور دوسروں سے حسن ظن — یہ ہیں اخوت و مساوات کے مبادیات۔ جب تک ان پر عمل نہ ہو نعرۂ مساوات بے ہنگام ہے

اخوت و مساوات انسانی کا قرآنی چارٹ

تم نے حقوق انسانی کے بہت سے چارٹ پڑھے ہوں گے۔ آیئے کتاب اللہ کا ایک چارٹ بھی پڑھ لیجئے جو پونے چودہ سو برس پہلے نوع انسانی کو عطا ہوا تھا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(سورہ حجرات رکوع ۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! مسخریہ (ٹھٹھا) نہ کرے ایک قوم دوسری قوم سے۔ بہت ممکن ہے وہ بہتر ہوں ان سے نہ ٹھٹھا مخول (مسخریہ) کریں عورتیں عورتوں سے۔ بہت ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔ برا نام ہے گنہگاری ایمان کے بعد ایک مومن کے لئے فسق و گناہ کا نام بھی قابل نفرت ہے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں ظالم۔ اے ایمان والو! بچتے رہو گمان سے بیشک بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور بھید نہ ٹٹولو۔

اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ کیا پسند کرتا ہے تم میں سے کوئی اس بات کو کہ کھائے اپنے بھائی کا گوشت جو مردہ ہو۔ سو گھن آتا ہے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو (تقویٰ کرتے رہو) اللہ سے بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ مہربان ہے (یہ سب اس لئے ہے کہ تم سب ایک ماں باپ کی اولاد سب ایک دوسرے کے مساوی ہو)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور کرائے تمہارے گروہ اور قبیلے تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو (باقی جہاں تک شرافت و عظمت کا تعلق ہے تو) اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ باعزت (زیادہ شریف) وہ ہے جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو۔ بیشک اللہ تعالےٰ تمام باتوں کا واقف اور سب کی خبر رکھنے والا ہے۔

مساوات و اخوت کے کچھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا احمد علیؒ امیر انجمن خدام الدین لاہور

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور

آہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ۔۔۔ حضرتِ پیرِ ہدیٰ احمد علیؒ
پیکرِ علم و عمل پرہیزگار ۔۔۔ اہلِ دیں کے مقتدا احمد علیؒ
خادمِ دیں، سرورِ خدام الدین ۔۔۔ سر سے پا تک اتقا احمد علیؒ
ایسے بے دینی کے مہلک دور میں ۔۔۔ دیتے تھے حق کی صدا احمد علیؒ
سیکڑوں گم گشتگانِ راہ کو ۔۔۔ کر گئے حق آشنا احمد علیؒ
خطبہ و درس اور پھر ذکرِ خدا ۔۔۔ کرتے تھے سب برملا احمد علیؒ
کر گئے لاکھوں دلوں میں جاگزیں ۔۔۔ سنتِ خیر الوریٰ احمد علیؒ
عشقِ مولیٰ عشقِ دیں عشقِ نبیؐ ۔۔۔ نام مجموعہ کا تھا احمد علیؒ
ملک و ملت میں ہیں فتنے روز روز ۔۔۔ آہ تھے ان کی دوا احمد علیؒ
سر چڑھیں گے اور بھی بے دین لوگ ۔۔۔ کر گئے پیدا خلا احمد علیؒ
قوم مفلس ہو گئی جب چھن گیا ۔۔۔ مایۂ دین و ہدیٰ احمد علیؒ
ہائے اب لاہور سونا ہو گیا ۔۔۔ اٹھ گئے جب حق نوا احمد علیؒ
عمر پوری نذرِ فیضِ خاص و عام ۔۔۔ مرحبا صد مرحبا احمد علیؒ
جنت الفردوس میں ربِ کریم! ۔۔۔ پائیں خدمت کا صلہ احمد علیؒ

وصف کی صورت سے تاریخ وصال
رہبرِ راہِ خدا احمد علی
۱۳۸۱ھ

مبادیات اور باقی رہ گئے۔ ان مبادیات کی تکمیل بھی وہی کر سکتا ہے اور کرتا ہے جو مساوات کا حقیقی معلّم و مدرس ہے یعنی "دین کامل"۔ وہ مبادیات یہ ہیں۔

غیر مذاہب

جب مذاہب کا تذکرہ ہو تو

کسی کی توہین مت کرو۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ترجمہ:- ان کے لئے کلمۂ بد زبان سے نہ نکالو۔ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

عدل

جب کوئی نزاعی مسئلہ، کوئی مقدمہ تمہارے سامنے آئے تو عدل و انصاف سے کام لو۔

نیشنلزم کے اس دور میں عدل و انصاف بھی قومیت اور نیشنلزم کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ دین ایسے عدل و انصاف سے مبرا ہے جو قومیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو۔ قومیت کی اندھی عینک لگا کر فیصلہ لکھنا۔ اسلام اس کو عصبیت جاہلیت کہتا ہے۔ اور اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ جس عدل کی وہ تعلیم دیتا ہے وہاں قوم کے دشمنوں کے لئے بھی وہی فیصلہ دیتا ہے جو خود اپنوں کے لئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔

(سورہ مائدہ)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ہو جاؤ کہ خدا کی سچائی کے لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے لئے گواہی دینے والے ہو اور دیکھو ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات کے لئے ابھار دے کہ اس کے ساتھ انصاف نہ کرو (ہر حال میں) انصاف کرو کہ یہی تقوے سے لگتی ہوئی بات ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(سورہ نساء ع ۲۰)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ہو جاؤ انصاف پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے ہو۔ اگرچہ تمہیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور قرابتداروں

کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے جب بھی نہ جھجکو۔

یہ عدل ہے۔ لیکن مسلمان جس کو خیرامۃ اور امۃ وسط (افضل جماعت) کا فرد قرار دیا گیا ہے۔ اس کا فریضہ اس عدل پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کو عدل سے آگے بڑھ کر احسان کا حکم ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ (نحل)

عدل اور انصاف کی مثال ملاحظہ فرمائیے۔ برائی کے بدلہ میں اس جیسی برائی مثلاً طمانچہ کے جواب میں طمانچہ عدل ہے۔ اسلام کا عام قانون یہی ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ اس ظلم کا تدارک بیشک ہو جائے گا مگر برائی ختم نہ ہوگی۔ کیونکہ جو طمانچہ بفیصلہ عدل مارا گیا ہے وہ بھی برائی ہی ہے۔ فیصلہ کا فائدہ صرف یہ ہوا کہ یہ برائی قانونی جرم نہیں رہی مگر برائی تو بہرحال ہے مسلمان کا فرض اس عدل پر ختم نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ اس کی ایک ڈیوٹی یہ بھی ہے کہ دنیا سے برائی کا خاتمہ کرے۔ یعنی برائی اور ظلم کے بدلہ میں ایسا فعل اختیار کرے کہ جس سے بدی کرنے والا نہ صرف یہ کہ ظلم نہ کرے بلکہ سرے سے بدی ہی کو چھوڑ دے وہ اپنے فعل پر نادم ہو کر بدخواہ ہونے کے بجائے خیرخواہ بن جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

(سورہ سجدہ)

ترجمہ:۔ اسی طرح برائی کو ختم کرو جو نہایت ہی حسین ہو تو دیکھو گے کہ جو دشمن تھا وہ گرمجوش دوست بن جائے گا۔

غور فرمائیے برائی کا خاتمہ کیسی منظم انسانی تعمیر و ترقی ہے جو دامن دین سے وابستہ ہے۔

اخوتِ انسانی اور اقتصادی مسائل

اخوت انسانی کی سخت ترین آزمائش باب اقتصادیات میں ہوتی ہے۔ اقتصادیات کی ابتداء مبادلہ سے ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی ضرورت پورا کرنے اور جذبۂ حاجت روائی نے انسان کو مبادلہ پر مجبور کیا۔ پس "تعاون باہمی" باب اقتصادیات کی اصل روح ہے۔ مگر بسا اوقات طمع اور حرص، جذبۂ دولت مندی اور شوق زیادہ ستانی اس روح پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور اس کو کچل کر بیشمار بربادیوں کا سبب بن جاتا ہے۔

دین کی تعمیری اسپرٹ اصل روح کی حفاظت فرض اور لازم قرار دیتی ہے۔ اور جہاں جہاں یہ روح پامال ہو رہی ہو یا اس روح کے پامال ہونے کا خطرہ ہو اس کو حرام اور ناجائز کر دیتی ہے۔

سود

ربوا یعنی سود، طمع، خودغرضی اور لالچ کا بدترین نشان ہے۔ یہی وہ تخم ہے جس سے طبقاتی جنگ کا خاردار درخت اگتا ہے اور روح تعاون کو ملیامیٹ کر ڈالتا ہے۔ دین جو تعمیر انسانیت کا ضامن اور روح تعاون کا محافظ ہے اس کی طرف سے ان سب کو اعلان جنگ ہے جو اس بدترین خودغرضی اور طمع کی خاطر روح تعاون کو پامال کریں۔ ارشاد ربانی ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (سورہ بقرع ۳۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! (اگر تم سچے مومن ہو تو) خدا سے ڈرو اور جس قدر سود مقروضوں کے ذمے باقی رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر (اس باغیانہ روش سے) توبہ کرتے ہو تو۔ پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو اور سود چھوڑ دو نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے

تقویٰ

یہ بھی غور فرمائیے۔ آیت کا آغاز "اتقوا اللہ" سے ہو رہا ہے۔ یعنی تباہ کن خودغرضی اور شوق نفع اندوزی کو ختم کرنا اور روح تعاون کو محفوظ رکھنا تقاضا تقویٰ ہے اور مطالبۂ دین ہے۔

کیا یہ تعمیر دنیا کا اہم اور نہایت ضروری باب نہیں ہے۔

نفع اندوزی کی ناجائز صورتیں

قرآن حکیم میں مختلف تعبیروں سے پورا تولنے اور پورا ناپنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

ڈنڈی مارنا یا ایسی صورتیں اختیار کرنا جس میں مخفی طور پر اپنا فائدہ اور دوسروں کا نقصان ہو حرام اور موجب عذاب قرار دیا گیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ویل یعنی تباہی، بربادی اور خرابی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لئے جن کا عمل یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے لئے ناپتے تولتے ہیں تو پورا پورا بلکہ پورے سے بھی زائد۔ اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں۔ تو ڈنڈی مار لیتے ہیں۔

سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت ہی یہ تھی۔ وَیٰقَوْمِ

اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے قوم! پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت مچاؤ زمین میں فساد۔

بیسویں صدی سے پہلے دنیا کو ان احکام کی اہمیت کا احساس نہیں ہوا ہوگا۔ لیکن دوسری جنگ عظیم ۱۹۴۰ء کے بعد سے نفع اندوزی اور چور بازاری کی جو وبا پھیلائی ہے اس نے ظاہر کر دیا کہ اس معمولی سی خیانت میں کس قدر تباہی مضمر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم کو دعوت دیا کرتے تھے تو قوم کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے اور ساتھ ہی ساتھ دین کی ہمہ گیری اور اس ہمہ گیری میں جو تعمیر عالم مضمر ہے اس کا بھی انداز فرما لیجئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے آدمی کہا کرتے تھے یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِىْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

(سورہ ہود ع ۸۔ پارہ ۱۲)

ترجمہ:۔ وہ بولے اے شعیبؑ! کیا آپ کی نماز آپ سے یہ کہتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ہم خود اپنے مال میں وہ نہ کر سکیں جو ہم چاہتے ہیں۔ آپ تو ایک سنجیدہ سمجھدار نیک آدمی ہیں۔

اگر بلیک مارکٹنگ اور مجرمانہ نفع اندوزی کی ممانعت اور اس کو ختم کرنا تقاضائے تعمیر و ترقی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دین کو (جو اس تخریب کو ختم کرتا ہے) معمار دنیا نہ قرار دیا جائے۔

غذائی بحران اور اس کا علاج

سیدنا یوسف علیہ السلام کے طویل قصے میں جس کو قرآن حکیم نے احسن القصص قرار دیا ہے۔ بادشاہ کے خواب کا واقعہ بھی ہے۔ جس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دی تھی۔

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِىْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝

(سورہ یوسف۔ ع ۶)

ترجمہ:۔ بوتے رہو سات سال تک جم کر پھر جو کچھ تم کاٹو۔ اس کو چھوڑے رکھو اس کی بال میں۔ مگر وہ تھوڑی مقدار جو تمہاری خوراک کے لئے ضروری ہو۔

اس قصہ نے یہاں حکومتوں کو پیداوار بڑھانے اور اس کے انتظامات کی زیادتی فرمائی ہے اور جس طرح فوڈ منسٹریوں کو سبق دیا ہے۔ کہ کس طرح غذائی بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ وہاں یہ بھی دکھا دیا ہے کہ دین کامل کا دامن کس طرح ابر رحمت ہے جدھر گذرتا ہے آبادی کی بارش برسا دیتا ہے۔ اس سے مقام نبوت پر بھی ہلکی سی روشنی پڑتی ہے کہ نبی کو علم تدبیر دینا، ضبط اور کنٹرول کا بھی کس قدر سلیقہ ہوتا ہے کہ اگر ایک نبی کو قلمدان وزارت سپرد ہو جاتا ہے تو باوجودیکہ وہ ہر لحاظ سے اجنبی ہے۔ نہ اس کا دنیا وطن ہے نہ انہیں قوم اور برادری اور نہ مذہب میں اتحاد ہے مگر اس تمام اجنبیت کے باوجود وہ ایسا نظم اور ایسا ضبط و کنٹرول قائم کرتا ہے کہ نہ کام چوری اور چور بازاری ہے نہ رشوت اور خیانت۔ جس طرح کاشتکاروں نے غیر معمولی محنت کر کے سات سال میں چودہ سال تک کام آنے والا غلّہ پیدا کر لیا ایسی ہی اس کی تقسیم میں ایسی یکسانیت اور ایسی احتیاط ہے کہ نہ صرف اپنے وطن کے تمام باشندوں کو غلہ مل رہا ہے باہر کے بھوکے بھی آتے ہیں اور غلہ کے انبار بھر کر لے جاتے ہیں۔

یہ چند مثالیں اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ اینٹوں اور پتھروں کی تعمیر کتنی ہی بلند ہو وہ تعمیر دنیا کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ اصل تعمیر سکون، اطمینان، امن، سلامتی، محبت اور تعاون باہمی ہے۔

یہ تعمیر صرف دین کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ اسلام ان کو وہی اہمیت دیتا ہے جو دین کے دوسرے فرائض کو بلکہ تقویٰ کی حقیقت یہی بتاتا ہے کہ ان احکام کی پابندی زیادہ سے زیادہ ہو۔

معیار شرافت و عزت

قرآن حکیم کے معیار کے بموجب جو شخص ان معاشرتی اور اخلاقی احکام کا زیادہ پابند ہوگا وہی زیادہ متقی ہوگا اور وہی سب سے زیادہ مستحق تعظیم و تکریم ہوگا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ باعزت اور شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

اس اجمالی مذاکرہ کے بعد صرف ایک بات کی طرف اشارہ کرنا اور باقی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلام جس کو اللہ رب العزت نے دین قرار دیا ہے وہ ایک پیغام رحمت اور میثاق محبت ہے کیونکہ وہ اس خدا کا پسند فرمودہ دین ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

ترجمہ:۔ تمہارے لئے دین کی حیثیت سے میں نے اسلام پسند کیا ہے۔

اور جس کا تعارف قرآن حکیم نے جگہ جگہ رب العلمین اور الرحمٰن الرحیم کے خطابات سے کرایا ہے اس ہی کا لایا ہوا ہے۔ جس کی بعثت کا مقصد رحمت

اور سرتا سر رحمت قرار دیا گیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء)

ترجمہ:- نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر اس لئے کہ رحم کرنا تھا تمام جہانوں پر۔

پس ظاہر ہے کہ یہ دین سراسر رحم و کرم ہوگا اور سچا دیندار وہ ہوگا جو پیکرِ رحمت ہو، نہ صرف اپنوں کے لئے بلکہ پورے عالمِ انسانیت کے لئے بلکہ تمام مخلوق کے لئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا ارشاد ہے:-

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

(ترمذی شریف)

ترجمہ:- زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

الخلق عیال اللہ فاحبھم الی اللہ احسنھم الی عیالہ

ترجمہ:- مخلوق، اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کو سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اس کی مخلوق کا سب سے بڑا محسن ہو۔ (بیہقی)

دیندار کی شان

اس بنا پر ایک دیندار کا فرض ہے کہ وہ پیکرِ رحمت بن کر تعمیر و ترقیٔ دنیا کا بہترین انجنیئر اور بہترین معمار ثابت ہو۔ تب ہی اس کو حق ہے کہ اپنا رشتہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑے اور اپنے آپ کو رب العالمین کا حقیقی پرستار قرار دے۔

تخلقوا باخلاق اللہ

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی خصلتیں اختیار کرو اور اپناؤ۔

کا مطلب یہی ہے کہ وہ ربوبیت وہ کارسازی، اپنے آپ سے بے نیازی اور دوسروں کی حاجت روائی، وہ کرم گستری وہ عفو و درگذر اور وہ چشم پوشی، جو رب العالمین کی خصوصیات ہیں۔ رب العالمین کا پرستار ان کا مظہر بن کر دنیا کے سامنے پیش ہو اور بتا دے کہ یہ ہیں دیندار۔ ایسے ہوتے ہیں اللہ والے۔ یہ ہیں معمارِ عالم اور یہ ہیں تعمیرِ عالم کو حیاتِ جاوداں دینے والے

عزیزانِ ملّت:- امتِ اسلامیہ کی بعثت اسی مقصد سے ہوئی ہے کہ رب العالمین کی خصوصی صفات اور ارحم الراحمین کے سچے پرستاروں کے نمونے دنیا کو دکھلائے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

آخر میں اتنی گذارش اور ہے کہ سچی دینداری اور حقیقی خدا پرستی کے نمونے پیش کرنا آج ہمارا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور عزیز نوجوانوں کو اس فرض کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

دورِ حاضر کے شر و فساد کی اصلاح کیلئے

امام الاولیاء لاہوری قدس سرہٗ العزیز کی تعلیمات کا خلاصہ

یہ تاریخی کہانی نہیں نہ کسی ناول نگار کا اختراعی افسانہ ہے بلکہ روزِ روشن کی طرح واضح حقیقت ہے کہ اس وقت یہ کرۂ ارضی تباہی اور بربادی کے دہانہ پر کھڑا ہے۔ ذرہ سی لرزش اور جنبش ایسے ایسے عمیق گڑھے میں دھکیل دے گی کہ جس سے نکلنا تو بجائے خود رہا اس کا نام و نشان مٹ جانے کا قوی امکان ہے۔ مادی نظر والے اس کا خواہ کوئی اور سبب بتائیں قرآن حکیم نے اس کا سبب متعین کرتے ہوئے فرمایا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

(سورہ الروم آیت ۴۱)

ترجمہ:- خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو چکا ہے جس کا سبب لوگوں کے اپنے اعمال ہیں۔

انسانیت کے اعمال اس قدر برباد ہو چکے ہیں کہ خود انسانیت غیر محفوظ ہے۔ انسانیت کا قیمتی جوہر عصمت آج عنقا ہوتا جا رہا ہے۔ انسانیت کا آج نہ تو تن مطمئن ہے اور نہ ہی من آباد اور خوشحال ہے۔ آج سے کئی سو سال پہلے شیراز کے ایک مردِ حق آگاہ نے اپنے زمانے کے متعلق کہا تھا کہ

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

وہ شر و فتنہ کا زمانہ آج ہمارے زمانے کے مقابلے میں اصلاح اور امن کا ہی زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے انسانیت کے لئے مہلک شر و فسادات کا سبب انسان کی اپنی بد اعمالی قرار دیا ہے بالفاظ دیگر انسان کا بے خدا ہو جانا اس کی تباہی اور بربادی کی پہلی سیڑھی ہے۔ چنانچہ جنگ عظمیٰ کے محرک اور اس کو آگ لگانے والے ملک جرمن کا ممتاز لیڈر جو ہٹلر کا دست راست تھا (ہنٹر فرانک گورنر پولینڈ) فوجی عدالت میں اقرار کرتا ہے کہ "ہم نے خدا سے نافرمانی کی اور اس کا نتیجہ ہمارے آگے آیا۔ تدبیری غلطیوں سے قطع نظر اصلی اور بڑی بات ہماری شکست کے اسباب میں یہ ہوتی کہ خدا کی

مار ہٹلر اور اس کے نظام پر پڑی جو خدا اور مسیح کے انکار پر مبنی تھا"

یہی وجہ ہے کہ آسمانی ہدایت کی روشنی میں انسانیت کو بام عروج پر پہنچانے والے نفوس قدسیہ نے اپنی اپنی اقوام کو ہمیشہ یہی درس دیا کہ. یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ (القرآن)

"اے میری قوم اللہ کے بندے بن جاؤ"۔

پاکباز نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو یہی دعوت دی۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (بقرہ - آیت ۲۱)

ترجمہ:- اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو۔ (اس کے بندے بن جاؤ) جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا۔ (بندگی کا فائدہ یہ نکلے گا) تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دین الہٰی کے عالمگیر اور ابدی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے امت کے ذمے کار نبوت سپرد کیا جس کی تعبیر الفاظ قرآنی میں یہ ہے۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱)

ترجمہ:- تم میں (ہمیشہ) ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو (کار نبوت) لوگوں کو خیر کی دعوت دے۔ (تاکہ فساد نہ ہو سکے) (اس دعوت کا طریق کار یہ ہے کہ) معروف کا حکم دے۔ اور منکر سے روکے اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

اسی امت کے عملی جہاد کی نوعیت کو تفقہ فی الدین کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے فرمایا۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ۝

ترجمہ:- پس یہ کیوں نہ ہوا کہ سفر اختیار کرے ہر قبیلے سے ایک ایسا گروہ جو دین میں تفقہ (گہری سمجھ) حاصل کرے اور پھر واپس آکر اپنی قوم کو (دین سے روگردانی کی سزا سے) ڈرائے ہو سکتا ہے کہ وہ قوم بچنے لگ جائے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی فقیہان دینی کو کار نبوت ادا کرنے والا فرمایا۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

ترجمہ:- میری امت کے علماء (کار نبوت کو جاری رکھنے میں) بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کی طرح ہیں۔

چنانچہ تاریخ عالم اسلامی گواہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقصد کو علماء اسلام نے نہایت ہی احسن طریقے سے انجام دیا۔ اور اس عالم کے بقاء تک یہ سلسلۂ کار نبوت جاری رہے گا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہر دور میں پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔

کبھی تو یہ وارثان علوم نبوت، سالکان منہاج رسالت امام احمد بن حنبلؒ کی شکل میں ہدایت کا جھنڈا اٹھائے ہوئے آئے اور کبھی امام بخاری کے نام سے نور نبوت کو لے کر آئے۔ اسی سلسلہ کی ایک عظیم الشان کڑی ولی اللہؒ دہلوی کے نام سے ہندوستان میں پیدا ہوئی۔ جس نے معارف قرآنی کو تفسیر کے رنگ میں پیش کیا اور جواہر حدیث کو مسویٰ و مصفیٰ کی حیثیت سے اجاگر کیا اسرار روحانی اور حقائق ایمانی کے حسین امتزاج کو حکمت و دانش کی صیقل سے مجلی کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ تحریر فرمائی۔ عبدیت الہٰی اور محبت نبوی کے لبریز جاموں سے سرشار ہو کر فیوض الحرمین کا مقدس تحفہ دنیا کو دیا۔ ولی اللہ قدس سرہٗ العزیز کی اس مقدس امانت کو مخلوق الہٰی تک پہنچانے کا اہم فریضہ جس قافلے نے ادا کیا اس کے سرخیل قاسم العلوم و الخیرات بانی دارالعلوم دیوبند بنے۔ جن کی نیابت کا شرف اسیر مالٹا شیخ الہندؒ، محدث عصر علامہ انور کاشمیریؒ، حکیم الامت تھانویؒ، مفسر القرآن عثمانیؒ کو حاصل ہوا۔ علوم ولی اللہی کا امین، علمبردار، فراست مجدد سرہندیؒ کا رمز شناس، حسین احمد مدنیؒ اسی گروہ اہل اللہ کا وہ تابندہ لعل ہے جس کا نقش وفا صفحہ عالم سے کبھی نہ مٹ سکے گا۔

اسی پاکیزہ قافلہ سے بچھڑا ہوا جانباز مجاہد فی سبیل اللہ وہ مرد حق آگاہ تھا جس کے لئے کبھی قلم کو مدظلہ العالی لکھنے کی سعادت حاصل ہوتی تھی مگر آج قدس سرہٗ العزیز لکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ اس مرد حق آگاہ نے چالیس سال کی پوری زندگی جس طرح کار نبوت کو جاری رکھنے میں صرف کی اس کی نظیر اس دور میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ کے لئے جذبات عقیدت امام الاولیاء، سرتاج الاولیاء، شیخ الاسلام کے القاب پیش کر سکتی ہے۔ مگر میری نظر میں آپ کا اصلی مقام قطب الارشاد تھا۔ جس پر فائز رہ کر آپ نے پوری زندگی قربان کر دی۔

آج اکثریت اگرچہ لادینیت کا شکار ہو کر اپنے خالق کو پہچاننے کا تصور نہیں رکھتی مگر پھر بھی کچھ ایسے بے تاب لوگ موجود ہیں جو اپنے خالق اور مالک تک رسائی کرنے اور اس کے قرب سے مشرف ہونے کے متلاشی ہیں مگر بدقسمتی سے ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو اس منزل عالی تک رسائی کے لئے اس راستے کو اختیار کر رہے ہیں جو سبیل انابت نہیں بلکہ وہ سبیل غوایت ہے۔ آسان الفاظ میں یہ عرض ہے کہ بعض درد دل رکھنے والے مسلمان اپنے معبود حقیقی تک پہنچنے کے لئے جن لوگوں کے دامنوں سے وابستگی حاصل کرتے ہیں۔ وہ خود در نبوت سے راندہ ہیں اس لئے وہ پہلے سے زیادہ تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔

یاد رہے مقصد طریقت اور مراد سلوک نہ تو کشف و کرامت

ہے اور نہ تسخیر عالم اور موکلات کی تلاش۔ بلکہ مقصد طریقت تو یہ ہے کہ جس کی تعبیر مالک حقیقی نے داعی برحق کی زبان سے یوں کرا دی۔ فرمایا:۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف (یوسف ع۱۲)

ترجمہ:۔ آپ کہہ دیجئے۔ میرا راستہ (تو) یہ ہے کہ میں (تو) اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

تو جو افراد یا مراکز اتباع سنت کی راہ سے ہٹ کر ولایت و کرامت کے طالب ہیں وہ یاد رکھیں ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

الحمدللہ! ہمارے اکابر کا سلوک وہ سلوک ہے جو علیٰ منہاج النبوۃ ہے ہمارے اکابر اس طریقت کے داعی ہیں جو اعلیٰ معیار الشریف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلوک نے سید اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی جیسے اولیاء ملت پیدا کئے قرآن کریم کی اصطلاح میں کارنبوت سرانجام دینے والے قلیل ما ھم میں سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز تھے آپ کے اس طریق اصلاح کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت کا سلسلہ قادریہ تھا۔ جس کو دور وسطانی کے سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سرہ العزیز سے نسبت کی وجہ سے قادریہ کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین رح کس پایہ کے سید الاولیاء ہیں۔ اس کے لئے قطب الارشاد گنگوہی قدس سرہ العزیز کا فرمان سب سے بڑی سند کہی جا سکتی ہے کہ

"حضرت شیخ کے ارشاد قدمی هٰذهٖ علٰی رقبة کل ولی اللہ سے مراد ہر زمانے کے اولیاء بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ سید الاولیاء تھے۔"

اس بابرکت سلسلہ قادریہ کا مکمل کورس اگرچہ بارہ منازل پر مشتمل ہے۔ جس میں لطائف ستہ کو ذکر الٰہی سے منور کرکے دل دماغ اور انتہاء نفس کی اصلاح کی جاتی ہے۔ مگر حضرت شیخ لاہوری قدس سرہ العزیز کی ابتدائی تعلیم جو سلسلہ قادریہ کی بسم اللہ کہی جا سکتی ہے وہ یہ تھی کہ آپ ہر بیعت ہونے والے سے تین باتوں کا اقرار لیتے۔

۱۔ روزانہ کم از کم ایک ہزار بار ذکر اسم ذات اللہ (جل جلالہ) کرے۔
۲۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کرے۔
۳۔ کسی کو دکھ نہ دے۔

یہ تعلیمات بظاہر سادہ اور معمولی نظر آتی ہیں۔ مگر سارے تصوف کا نچوڑ اور اصلاح انسانیت کے لئے مکمل نسخہ ہے۔ اس مضمون میں اسی پر بحث کی جاتی ہے۔

پہلی تعلیم ذکر اسم ذات

ابھی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام یہ ہے کہ وہ عبادت خداوندی سے بندوں کو مشرف کرائیں۔ اسی عبادت کی پہلی کڑی ذکر اللہ ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر مختلف تعبیرات کے ساتھ اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعہ ع۲)

ترجمہ:۔ اور اللہ کو زیادہ یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب ع۶)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔

ذکر الٰہی کی تعبیر اور اس کی تشریح بھی فرما دی۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (المزمل ع۱)

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کا نام یاد کر اور (اس کے لئے) اس کی طرف جانے کے لئے سب سے کٹ جا۔

اسم رب (اللہ) کا یہ ذکر لسانی کہا جا سکتا ہے۔ اور:۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (اعراف ع۲۴)

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کو یاد کر اپنے جی میں (بھی)

ذکر نفسی پر دلالت کرتا ہے اسی ذکر لسانی کے اثرات کو قرآن کریم نے بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط (الزمر ع۳)

ترجمہ:۔ پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے چمڑے اور ان کے دل بھی اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

بدن کے چمڑوں کا اور دلوں کا اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو کر مائل ہو جانا ذکر قلبی اور سلطان الاذکار کہلاتا ہے۔ جسے نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مرید امیر خسرو کے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ ع

ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

تو ظاہر ہے کہ روزانہ کم از کم ایک ہزار دفعہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والا کیا اس غفلت کا شکار ہو سکتا ہے جس کا شکار یاد الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ بالفاظ قرآن حکیم قلوب قاسیہ عتاب خداوندی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط (الزمر ع۳)

ترجمہ:۔ پس بربادی ہے ان دلوں کے لئے جو اللہ کی یاد کو چھوڑ کر سخت ہو چکے ہیں۔

آپ نے تعلیمات قرآنی کی روشنی میں اس ذکر الٰہی کے لئے نہایت ہی وسعت فرما دی۔ کہ سالک چوبیس گھنٹوں میں یہ تعداد پوری کرے خواہ دفتر میں ہو یا دکان پر۔ بازار میں ہو یا کھیت میں ہو۔ اور پھر یہ بھی آسانی فرما دی کہ وضو ہو یا نہ ہو ذکر اسم ذات

کر سکتا ہے۔ چھ سات گھنٹے نیند کے نکال دینے کے بعد سالک ہر منٹ میں اپنے خالق اور مالک کا نام اگر ایک دفعہ بھی لے تو وہ اس تعداد کو آسانی سے پورا کر سکتا ہے۔ اور یوں بھی آسانی ہے کہ لگاتار ایک ہزار کی تعداد پوری کر لے۔ جس پر پچیس منٹ سے بھی کم وقت صرف ہوتا ہے۔

دوسری تعلیم نماز پنجگانہ کی پابندی

کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ درحقیقت نماز کا جو سب سے بڑا فائدہ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ وہ بھی ذکر اللہ کا دوام ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۝

(طٰہٰ ۱۴)

ترجمہ:۔ نماز کو میری یاد کے لئے قائم کر۔

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ نماز ایک بندے کو جس طرح معبود حقیقی سے ملاتی ہے اس سرعت اور تیزی کے ساتھ دوسری عبادات میں یہ کیفیت بظاہر نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ ذکر الٰہی جس کثرت سے نماز میں کیا جاتا ہے اتنی کثرت سے دوسری عبادات میں نہیں ہوتا۔ اگر نماز میں تلاوت اور تسبیحات، رکوع و سجود کے بغیر صرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہی پر غور کیا جائے تو صرف ایک رکعت میں چھ مرتبہ اس کا ورد کیا جاتا ہے۔

نماز جس طرح طہارت ظاہری سے مشرف کرتی ہے اسی طرح طہارت باطنی سے بھی منور کرتی ہے۔ ایک نمازی کا چہرہ پاک و صاف نظر آتا ہے۔ تو اس کا دل بھی کسی نہ کسی عمر میں جا کر گناہوں سے متنفر ہو جاتا ہے۔ یہ سب ذکر کے آثار اور برکات ہیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔

(العنکبوت ۴۵)

ترجمہ:۔ یقیناً سمجھ لو کہ نماز بے حیائی اور ہر بُرے کام سے روک دیتی ہے۔

اور یہ اثر اس لئے پیدا ہوا کہ:۔

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

ترجمہ:۔ یقینی بات ہے۔ کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے۔

تعلیمات شیخ قدس سرہٗ العزیز میں ذکر اللہ ایک اصلِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی تربیت کے لئے اور جس پر مداومت کے لئے نماز کا پابند ہونا قرار دیا گیا۔ ذکر سے جو ثمرات اور برکات پیدا ہوں گی۔ ان کا سب سے بڑا مظہر یہ ہوگا کہ نمازی آدمی ایک نہ ایک وقت ضرور ہر بُرے کام سے بچ جائے گا۔

اَحَادِیْثِ رَسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم

توبہ کرنے والے کا واقعہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی رَاھِبًا فَسَاَلَہٗ فَقَالَ اَلَہٗ تَوْبَۃٌ قَالَ لَا فَقَتَلَہٗ وَجَعَلَ یَسْئَلُ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَکَذَا فَاَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلَائِکَۃُ الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ فَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَھُمَا فَوُجِدَ اِلٰی ھٰذِہٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَہٗ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا۔ جس نے ننانویں (۹۹) آدمی قتل کئے تھے۔ پھر وہ بنو اسرائیل میں سے یہ پوچھتا ہوا نکلا۔ کہ اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ یا نہیں وہ ایک عابد کے پاس پہنچا۔ اور اس سے پوچھا۔ کہ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے عابد نے کہا نہیں اس نے عابد کو (بھی) مار ڈالا۔ اور پھر وہ اسی طرح لوگوں سے پوچھتا پھر ایک شخص نے اس سے کہا تو فلاں آبادی میں جا اور نام و پتہ بتایا (چنانچہ وہ ادھر چل دیا) راستہ میں معلوم ہوا کہ موت قریب ہے (وہ آدھا راستہ طے کر چکا تھا موت کو قریب پا کر) اس نے اپنا سینہ آبادی کی طرف بڑھا دیا (یعنی جب موت نے اس کو آلیا۔ تو وہ لیٹ گیا۔ اور سرک سرک کر اپنے سینہ کو اس آبادی کی طرف بڑھا لیا گویا اس نے آدھے راستہ سے زیادہ طے کر لیا) موت کے فرشتے جن میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں تھے (اس کی روح قبض کرنے آئے اور دونوں میں جھگڑا ہوا۔ کہ کون اس کی روح قبض کرے (یعنی رحمت کے فرشتے قبض کریں یا عذاب کے فرشتے) خداوند تعالےٰ نے اس بستی کو جدھر وہ توبہ کے ارادہ سے جا رہا تھا حکم دیا۔ کہ وہ میت کو اپنے سے قریب کر لے (یا میت کے قریب ہو جائے) اور جس آبادی سے وہ چلا تھا۔ اس کو حکم دیا کہ تو میت سے دور ہو جا۔ پھر خداوند تعالےٰ نے جھگڑا کرنے والے فرشتوں سے کہا کہ تم دونوں کا فاصلہ ناپو (چنانچہ وہ فاصلہ ناپا گیا۔ ناپنے سے معلوم ہوا کہ جدھر وہ جا رہا تھا۔ ادھر کو ۴۴

بقیہ اداریہ صفحہ ۵ سے آگے

ہے۔ مگر یہ اپنے عزیزوں کو نہیں دیں گے بلکہ بیگانوں کو دیں گے اور کھلائیں گے اور اپنے عزیزوں کو ترسائیں گے اور انہیں نہ دینے کے لئے ان کی سو لغزشیں اور غلطیاں نکال کر پیش کر دیں گے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آئے گا ہم جو دے رہے ہیں وہ کسی کو معاوضہ کے طور پر نہیں دے رہے۔ فی سبیل اللہ اس کی خوشنودی کے لئے دے رہے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا دگنا ثواب ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں اب ثواب کے لئے کام کم ہوتے ہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے ناموری کے لئے ہوتا ہے عزیزوں اور رشتہ داروں کے دینے میں ناموری کا شائبہ بھی نہیں اور نہ کوئی ہنگامہ ہے غیروں کے دینے میں نام ہوتا ہے، خدا خوش نہ ہو نہ سہی ناموری تو ہوتی ہے۔

خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی رہبری و رہنمائی کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ انسان کی بہترین فضیلت یہ ہے کہ وہ اس سے ملے جو اس سے قطع تعلق کر چکا ہو اور اس شخص کو دے جس نے اسے محروم رکھا ہو۔ اور اس سے درگذر کرے جس نے اس کے ساتھ دشمنی اور معاندت کی ہو۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دوستوں کے ساتھ سب ہی کرتے آئے ہیں اور ان کے ساتھ کرنا تو ایک طرح ان کی دوستی اور معاونت کا معاوضہ ہے "خیرامت" کا کام تو یہ ہونا چاہئے کہ سلوک ان کے ساتھ کیا جائے جو دشمن ہیں۔

ایسا کیا جائے گا تو یہ خالصتہً خدا کے لئے ہوگا نفس اور شیطان کی مخالفت اور خدا سے دوستی کا مظاہرہ ہوگا اور اس سے اس کی فضیلت و عظمت ظاہر ہوگی۔

مسلمان بنو، مسلمانوں جیسے عمل کرو۔ اور مسلمانوں جیسے طریقے اختیار کرو پھر رحمت حق کے مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۶ سے آگے

تھا۔ تو اب جماعت چلی جانے سے افسوس ہوتا ہے۔ غالباً ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام کو درس دے کر گھر تشریف لے گئے۔ اور سو گئے۔ جب سو کر اُٹھے۔ تو ۳، ۴ منٹ جماعت میں رہتے تھے۔ فوراً مسجد میں آئے سردیوں کا موسم تھا۔ تالاب پر وضو فرما کر نماز جماعت سے پڑھی۔ تو پنڈلی میں درد شروع ہوگیا۔ اور دو تین دن بہت تکلیف رہی ایک نے کہا کہ حضرت آپ وضو نہ کرتے۔ تو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ فرمایا۔ کہ الحمد للہ مجھے نماز جماعت کے ساتھ مل گئی۔ اب ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کے دین سے کتنی محبت ہے۔ ہم کتنے نیک کام کرتے ہیں۔ اور کتنے نیک کاموں کے چھوٹنے اور بُرے کاموں کے کرنے سے ہمارے دل میں افسوس پیدا ہوتا ہے۔ ہم کتنی اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں؟ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو وہ شخص پسند ہے۔ جو کثرت سے ذکر اللہ کرے۔ عبادت میں اہتمام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے ذکر الٰہی فقط اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنا شوق اور خوف نصیب فرمائے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ تو شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی خوف پیدا ہوتا ہے۔ کہ شاید عبادت قبول ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ یہی مومن کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت رحمۃ اللہ کے بتائے ہوئے وظیفے ضرور کرتے رہیں۔ ورنہ الٹے پاؤں پھرنے کا خطرہ ہے۔ اگر آپ اسی طرح باقاعدگی سے ذکر الٰہی کرتے رہیں گے۔ تو انشاء اللہ روحانی ترقی ہوتی رہے گی

بقیہ صفحہ ۱۹ ـ بدعہدی کی سزا

رہا۔ اور حاکم قنسرین کو اپنی بدعہدی کی سزا مل گئی۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کثرت اور قلت کا خیال نہ کرتا تھا اور ہمیشہ خدا کے بغیر کسی سے بھی نہ ڈرتا تھا۔ اس کا اصول تھا:۔

"روبۂ حق باش و شیری پیشہ کن"

کاش کہ آج کے مسلمانوں میں یہ روح بیدار ہو جائے اور آج بھی ایسے نوجوان پیدا ہو جائیں جن کے متعلق علامہ مرحوم فرماتے ہیں:۔

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں میں پھر سے وہ جذبہ پیدا کر دے جس سے کبھی غیر مسلم لرزہ بر اندام رہا کرتے تھے۔

آمین! یا رب العالمین!

بچوں کا صفحہ

بدعہدی کی سزا

ضیاء محمد۔ شاہ غریب

شہر قنسرین کی فتح کے بعد حاکمِ قنسرین نے جزیہ دینا قبول کر لیا لیکن اس کے دل میں کھوٹ تھا۔ مسلمانوں کے واپس ہوتے ہی اس نے ہرقل شہنشاہِ روم سے مدد کی درخواست کی۔ مسلمانوں کو اس کا پتہ جب چلا جبکہ ہرقل کی طرف سے بھیجی ہوئی مدد شہر کے قریب پہنچ گئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے) نے حکم دیا کہ اس فوج کو حاکمِ قنسرین کی فوج سے ملنے سے پہلے کاٹ دیا جائے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے اس حکم کی تعمیل پوری کی۔ فوج میں سے دس جانبازوں کو ساتھ لیا اور ہرقل کی بھیجی ہوئی فوج کے راستہ میں جا کر چھپ رہے۔ جب فوج آئی تو وہ بھی اس کے شامل ہو گئے اور قنسرین کی طرف چلنے لگے۔ جب قریب پہنچے تو حاکمِ قنسرین استقبال کے لئے اپنی فوج سے اکیلا باہر نکل آیا۔ یہ دیکھتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں سمیت اس کی طرف گھوڑے دوڑائے۔ جوں ہی وہ قریب آیا تو مسلمانوں نے اُسے پکڑ کر کھینچا اور گھوڑے سے نیچے اتار لیا۔

دونوں طرف غنیم کی فوجیں تھیں۔ جب ان کو اس بات کا پتہ لگا تو وہ طیش میں آگئیں مگر مسلمانوں نے باآواز بلند کہہ دیا کہ اگر دونوں لشکروں میں سے کسی نے بھی کوئی حرکت کی۔ تو حاکمِ قنسرین کا ہم خاتمہ کر دیں گے۔ آخرکار بڑی حیل و حجت کے بعد یہ طے پایا کہ ایک مسلمان اور ایک رومی میدان میں نکلیں اگر رومی جیت جائے تو حاکمِ قنسرین کو چھوڑ دیا جائے اور اگر عرب غالب آ جائے تو پھر مسلمانوں کی مرضی۔ جو سلوک مناسب سمجھیں حاکمِ قنسرین کے ساتھ کریں۔ یہ طے پا جانے کے بعد مسلمانوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما میدان میں نکلے۔ اور رومیوں میں سے ایک سردار مقابلہ کے لئے آیا۔ لیکن آنِ واحد میں جہنم رسید ہو گیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے پانچ بہادر میدان میں آئے اور پانچوں کے پانچوں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اب عبدالرحمٰنؓ تھک چکے تھے اور واپس آنا چاہتے تھے کہ دوسرا رومی سردار جبلہ بن ایہم گھوڑا دوڑا کر میدان میں آ گیا۔ تو مجبوراً حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو واپس پلٹنا پڑا۔ مقابلہ ہوا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کا شانہ زخمی ہو گیا۔ مگر جبلہ بن ایہم کو بھی ایک کاری ضرب لگی۔ اور وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ اور واپس بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے حاکمِ قنسرین کو قتل کر دیا۔ اب تو دونوں فوجیں غصے میں آ کر مسلمانوں کے اُن دس جانبازوں کی طرف بڑھیں۔

اس وقت مسلمانوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جو اس حملہ میں زخمی ہو گئے تھے بیچ میں لے کر ایک حلقہ بنا لیا اور رومیوں کی ٹڈی دل فوج کا مقابلہ اور مدافعت کرنے لگے قریب تھا کہ یہ مٹھی بھر مجاہد شہید ہو جائیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوج لے کر موقع پر پہنچ گئے۔ بڑا گھمسان کا رَن پڑا۔ بالآخر رومی بھاگ کھڑے ہوئے اور میدانِ کارزار مسلمانوں کے ہاتھ

(باقی صد ۱۸ پر)

۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین ۔ لاہور
ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)